مجددؒ الف ثانی اور اصلاح معاشرت

(پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی کے محاضرات کے تناظر میں) تجزیاتی مطالعہ

Mujaddid Alif Sani and social Rehabilitation in the perspective of the Lectures of Dr. Mahmood Ahmad Gazi: Analytical study

Dr Umme Salma
Lecturer Institute of Education and Research
Punjab University, Lahore
Email: ummesalma.ier@pu.edu.pk

Abstract
Dr Mahmood Ahmmad Gazi(1370 AH to 14331 AH/1950t to2010)was the embodiment of his dream of Iqbal. He was simultaneously a commentator. narrator, educator and researcher of the higher caliber .Their thoughts and ideas not only give an accurate diagnosis of the diseases of the ummah ,but also a glimpse of a seriousness and mature ideology can be clearly felt in them. Dr Mahmood Ahmad Gazi,S personality does not need any introduction rather his publication and services to islam are enough to introduce him . In addition to his numerous publication , like the world famous Muhadhraat,Dr Ghaziserved on a number of prominit positions including the justice of Shariat court,member of Islamic ideaology Council,faculty member and fellow at various international universities,member Advisory board of state bank ,and fedral ministerfor religious affairs .In his diverse scholarly career,Dr Gazi providing iuminating guidance on a number of orginizations,socio- cultural and theological issues faced by the Islamic ummah.one of the institution where these three aspects synergize with each in oder to serve one of the most eminent needs of our ummah is the instituts of our islami seminaries.in this research paper will be discussed about their valuble and important views about Sheikh Ahmed Sirhindi Mujaad Alif Sani,and their countributions and reformes in subcontinent.
Keywords: subcontinent, Mujaded Alif Sani, reforms, Reflections, contribution

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعلق ڈاکٹر محمود احمد غازی کے افکار وخیالات یکجا کیا گیا ہے جو انہوں نے (محاضرات و تحقیقی مضامین) میں تحریر کئے ہیں، ڈاکٹر غازی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کارناموں کے اثرات کو دینی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور علمی زاویوں سے مفصل پیرائے میں بیان کیا ہے، ڈاکٹر محمود احمد غازی اس بات کو واضح کرتے ہیں کے مجدد الف ثانیؒ نے تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے، دین اسلام کا احیاء کیا، اسی وجہ سے آپ کو مجدد کا لقب دیا گیا، اس مقالہ میں مجدد الف ثانیؒ کے دور کا پس منظر، اصلاح عقائد وافکار، اصلاح اخلاق اور اصلاح

معاشرہ کے لئے کی جانے والی کوششوں کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ان کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

"کسی بھی شخصیت کی تعمیر میں بیک وقت کئی عناصر شریک ہوتے ہیں، اس میں بچپن میں گھر کی تربیت سے لے کر حصول علم کی اعلیٰ منزل تک کے مرحل، اور سفر وحضر کے لمحات شامل ہیں، زندگی کے ان مراحل میں بہت سے افکار اور شخصیات آتی ہیں جو اپنا اثر ڈالتی ہیں، ڈاکٹر غازی کی شخصیت کا اس نقطہ نظر سے تجزیہ کریں تو نمایاں شخصیت جس نے فکر غازی کو ہر مرحلہ زیست میں متاثر کیا اور گہرا اثر ڈالا، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے، آپ نے اپنی تقاریر اور تحریر دونوں میں کئی مقامات پر ایسے اشارات دیئے ہیں جو ان اثرات کو ظاہر کرتے ہیں"۔[1]

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"برصغیر پاک وہند کی فکری اور مذہبی بلکہ سیاسی اور تہذیبی تاریخ میں حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے ان کی اسی خاص حیثیت کے پیش نظر ان کے وطن علمی سیالکوٹ کے دو جلیل القدر فرزندوں علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامہ محمد اقبال نے انہیں بالترتیب ھزار دوم کا مجدد اور ہندوستان کا سب سے بڑا عبقری قرار دیا ہے، شیخ احمد سرہندیؒ کے علمی اور فکری کارناموں میں بلاشبہ سب سے نمایاں کام اس دور کے مسلمانوں میں رائج فکری گمراہیوں کی اصلاح، تصوف کی تجدید، اسلام پر ہندومت کے فکری اور ثقافتی یلغار کے تدارک کی کوششیں قابل ذکر ہیں، ان سب کاموں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم لیکن بیسویں صدی کے مسلمانوں کے لئے عموما اور اہل پاکستان کے لئے خصوصا مجدد سرہندیؒ کی زندگی کا سب سے اہم اور دلچسپ باب ان کی اس اصلاحی اور تجدیدی تحریک سے متعلق ہے جس کے نتیجہ میں انھوں نے برصغیر کی تاریخ کا دھارا موڑ دیا تھا۔ یہ حضرت مجدد ہی کی تجدیدی تحریک کی برکات تھیں کہ دھلی کا وہ تخت جو ہندو راجپوتوں اور غیر ملکی ملحدوں کی سازشوں اور اثرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا وہ شاہ جہاں جیسے دین پناہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے خداترس اور متقی حکمرانوں کے تصرف میں آگیا"۔[2]

" حضرت مجددؒ کو ڈاکٹر محمود احمد غازی صرف صالح انسان، بلند پایہ صوفی ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک ایسی عبقری شخصیت گرانتے تھے جس نے فکر اسلامی اور علوم اسلامی پر اپنے گہرے نقوش مرتسم کئے۔ مجددؒ کے افکار نے ڈاکٹر غازی کی شخصیت کو بنانے، سنوارنے اور نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا، اسی وجہ سے جن موضوعات پر ڈاکٹر غازی نے مستقل تصنیفات تحریر کیں ان میں ایک حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی ہیں اور حضرت مجدد کے طریق دعوت اور منہج کار دینی خدوخال کو ڈاکٹر غازی آج بھی کام کرنے کے لئے مثالی اور قابل تقلید سمجھتے ہیں"۔[3]

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"مغلیہ دور میں جس درسگاہ نے جس نظام تعلیم اور نصاب نے مجدد الف ثانیؒ جیسا شخص پیدا کیا جس کے متعلق علامہ اقبال کا یہ جملہ ہمیشہ دہرایا کرتا ہوں مسلم ہندوستان نے جو مذہبی عبقری پیدا کیا وہ وہ شیخ احمد سرہندیؒ تھے" ۔[4]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: علامہ اقبال کا ایک جملہ میں پہلے بھی دہرا چکا ہوں کہ:

"The greatest religious genious of Muslim Indian. "

یعنی مسلم ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم عبقری یعنی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ ہیں۔[5]

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی وفات 30 نومبر 1603ء کو ہوئی، اس کے قریبا دو سال بعد 17 اکتوبر 1605ء کو اکبر کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ جہانگیر تخت نشین ہوا اگرچہ وہ باپ کی پالیسیوں کا حامی نہ تھا لیکن نام نہاد دین الہی کے اثرات انتہائی مہلک تھے اور انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ صورتحال پیدا کر دی تھی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

" چنانچہ یہ دعوی کرنا کہ دین الہی کو قبول کرنے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ دین الہی عدم مقبولیت کی عدم مقبولیت کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے خطرے کا باعث نہ تھا یہ درست نہ ہو گا دراصل برصغیر میں پہلی مرتبہ اسلامی معاشرے کو ایک زبردست خطرہ حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے لاحق ہو چکا تھا اور پہلی مرتبہ حکومتی سطح پر اسلام کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا گیا اور اسی بنا پر اس پالیسی کے معاشرے پر مذہبی، سیاسی معاشرتی اور اخلاقی اثرات نظر آتے ہیں ان اثرات کے خلاف مجدد الف ثانیؒ سینہ سپر نظر آتے ہیں، امام مجدد احمد بن عبد الاحد سرہندیؒ 14 شوال المکرم سن 871ھ کو پیدا ہوئے آپ نے اپنے والد اور کبار علماء فقہاء اور محدثین سے تعلیم حاصل کی، یہاں تک کے آپ نے عقلی اور نقلی علوم میں کمال حاصل کر لیا جن سے دسویں صدی ہجری کے دوران نظام تعلیم تشکیل پاتا تھا، بعد ازاں آپ برصغیر پاک وہند میں طریقہ نقشبندیہ کے بانی عظیم داعی اور روحانی مرشد شیخ محمد الباقی کے حلقہ میں داخل ہوئے۔"[6]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"برصغیر میں جب مسلمانوں کی حکومت کو آٹھ نو سو سال ہو گئے، اور یہاں اس خطہ میں تعلیم وتربیت کے سلسلے میں جو کوتاہیاں ہوئیں تھیں اس کے نتیجے میں جو کوتاہی ہوئی تھی، اس کے اثرات بھی سامنے آنا

شروع ہوگئے اور یہاں پر قرآن وسنت اور سیرت رسول ﷺ کو نظر انداز کیا گیا اور اس کے نتیجے میں ایسی ایسی گمراہیاں سامنے آئیں جن کی مثال دوسرے مسلم ممالک میں نہیں ملتی ایک شخص جلال الدین اکبر نے اٹھ کر یہ کہہ دیا کہ کہ رسول اللہ کا دین نعوذ باللہ ایک ہزار سال کے لئے آیا تھا اب ایک ہزار سال ہوگئے اس لئے دور نبوت ختم ہوگیا نعوذ باللہ اور اب ایک نئے دین کی ضرورت ہے، یہ وہ چیز ہے جس کو الفی تحریک کہتے ہیں جو دین الٰہی کی صورت میں سامنے آیا اکبری دور میں اسلام سے انحراف کی پالیسی ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے لئے تشویشناک حالات پیدا کر دیئے تھے کیونکہ ریاستی طاقت نے اچانک اسلام اور مسلمانوں کی پشت پناہی سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور مسلمان بے یارو مددگار رہ گئے، انہیں ایسے مختلف الخیال دشمن گروہوں کا سامنا تھا، وہ سب اسلام کی عمارت منہدم کرنے پر متفق تھے لیکن اس کی جگہ نئی عمارت کی تعمیر اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتے تھے"۔[7]

اس تحریک کے اثرات کے متعلق ڈاکٹر غازی لکھتے ہیں:

"یہ تحریک سرکاری سرپرستی میں شروع ہوئی اس لئے اس کے اثرات بھی خاصے قوی تھے، اس تحریک کا ہدف دین اسلام کو غیر اہم قرار دینا اور نام نہاد دور جدید کے لئے ایک نئے دین کی داغ بیل ڈالنا تھا، "پھر ایک ایک کر کے اس کے لئے کاوشیں شروع ہوئیں، سرکاری سرپرستی میں اسلام کے شعار کا مذاق اڑایا جانے لگا اسلام کے ہر پہلو کو محل نظر اور محل اختلاف قرار دیا گیا، بہت سے ایسے فیصلے آنا شروع ہوئے جو متعارض شریعت ہوتے غرض ملت اسلامیہ ایک مشکل مرحلہ میں داخل ہوگئی---ایسے مشکل وقت میں دو شخصیات نے کھڑے ہو کر اس تحریک پوری تحریک کے اثرات کو مٹایا ایک شخصیت شیخ احمد سرہندیؒ کی ہے جو مجدد الف ثانیؒ کہلاتے ہیں۔"[8]

محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی کمزوری، بے حسی، اخلاقی پستی اور مذہب سے دوری نے ہندوؤں کو بھی پر پرزے نکالنے کا موقع فراہم کیا انہوں نے جہاں ایک طرف ہندو دھرم کے احیاء پر زور دیا وہاں دوسری طرف شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں بھی چلائیں اور مسلمانوں کو باقاعدہ مرتد کرنا شروع کر دیا اور کئی علاقوں میں تشدد کی راہ اختیار کی گئی اور مسلمان مسلم حکومت میں ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے صرف اور صرف مسلم حکمرانوں کی کمزوری کی بنا پر اس پر آشوب دور میں حضرت مجدد الف ثانی چراغ راہ ثابت ہوئے"۔[9]

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: آپ نے مسلمانوں کے نظریہ کی اصلاح کی اور الحاد و شرک کی اتھاہ گہرائیوں سے نکالنے کی جدوجہد کی اور آپ کی تجدیدی خدمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1. مجدد الف ثانیؒ نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں جانے سے روکا اور اس فتنہ عظیم کے سیلاب کا منہ پھیرا جو اب سے تین چار سو برس پہلے ہی سے اسلام کا نام و نشان مٹا دیتا۔
2. تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے فلسفیانہ اور راہبانہ گم راہیوں کے سبب اس میں سریت کر گئی تھی، پاک کر کے اسلام کا اصلی اور صحیح نظریہ تصوف پیش کیا۔
3. ان تمام رسوم جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں اور سلسلہ بیعت و ارشاد کے ذریعہ سے اتباع شریعت کی ایسی تحریک پھیلائی جس کے ہزارہا تربیت یافتہ کارکنوں نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بلکہ وسط ایشیا تک پہنچ کر عوام کو اخلاق و عقائد کی اصلاح کی"۔[10]

فکری اصلاح:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے منکرات کے خاتمے کے لئے اصلاح افکار کی طرف توجہ کی حضرت مجدد الف ثانی کے دور میں جہاں معاشرے میں اور برائیاں موجود تھیں وہاں مسلمان شرک جیسی برائی میں بھی مبتلا ہو گئے تھے اور غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کرتے تھے آپ نے اس شرک کی تردید ان الفاظ میں کی:

"کسی کو اللہ تعالی کا ساجھی نہ بنایا جائے نہ ذات و صفات میں نہ عبادات میں، جس شخص کے اعمال ریا سے پاک نہیں اور نہ وہ موحد اور مخلص ہے۔ دکھ اور بیماری کے ازالے کے لئے اصنام اور طاغوت سے استعانت، جو جاہل مسلمانوں میں رائج ہے عین شرک اور ضلالت ہے، تراشید وہ ناتراشیدہ پتھروں سے حاجت روائی کفر ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُواْ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓاْ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓاْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدا [11]

"کیا آپ نے اِن (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (زبان سے) دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب یعنی قرآن) پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اتارا گیا اور ان (آسمانی کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (مگر) چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات (فیصلے کے لئے) شیطان (یعنی احکامِ الٰہی سے سرکشی پر مبنی قانون) کی طرف

لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے (طاغوت کی جانب سے) کہ اس کا (کھلا) انکار کر دیں، اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں دور دراز گمراہی میں بھٹکا تا رہے۔"

آپ نے مشرکانہ عقائد کی تردید کرتے ہوئے لوگوں کو اللہ رب العزت کی وحدانیت سے روشناس کرایا ان عقائد وافکار کی اصلاح کی"۔ [12]

حضرت مجددؒ نے برصغیر پاک وہند میں اسلامی تہذیب کو نئی توانائی بخشی اور اسے ہندومت میں جذب ہونے سے روکا اور ہندوستانی مسلمانوں کو راسخ العقیدگی کا راستہ از سر نو دیکھایا۔

آپ نے سب سے پہلے ان فتنوں کے سرچشموں کو دریافت کیا تو دیکھا کہ اصلی طور پر صرف تین راستے ہیں جن سے گمراہیوں اور تباہیوں کے یہ سیلاب آرہے ہیں ایک ارباب حکومت، جن کو حالات واتفاقات کی ایک خالص رفتار اور سیاسی مفاد کے ایک غلط تصور اور غلط توقعات نے "اسلامیات" سے بے گانہ اور لا مذہبیت بلکہ ہندومت سے آشنا بنا دیا دوسرے وہ علماء سوء جن کا مطمع نظر صرف اچھی دنیا کمانا، ارباب اقتدار اور امرائے وقت کی خوشنودی اور رضاجوئی میں ساعی رہنا اور ان کی خاطر ہر منکر کو معروف بنا دینا اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اسلام میں گنجائش پیدا کرنا ہے، تیسرے وہ گمراہ اور برخود غلط صوفی ،جو شریعت کو ظاہر پرست کا کھلونا سمجھتے ہیں اور طریقت وحقیقیت کے مقدس ناموں سے انہوں نے الگ دنیا بنا رکھی ہے، یہ تھے فتنوں کے تین سرچشمے حضرت مجدد نے بس انہی کو قابو میں لانے اور ان کا رخ صحیح کرنے کے لئے اپنی پوری حکمت وقوت صرف فرمائی۔" [13]

آپ تصور عبدیت کے متعلق لکھتے ہیں، شیخ تھانسیری کی طرف اپنے مکتوبات میں حضرت مجدد فرماتے ہیں:

مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ خدا معبود ہے اور انسان عابد ہے، پھر عابد ہمیشہ اور لازمی طور پر معبود کا محتاج ہوا کرتا ہے اور انسان کو اس احتیاج پر فخر ہے اور اسی کا نام بندگی ہے"۔ [14]

اور اس دور میں جو اعتقادی وعملی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں آپ نے ان پر تبصرہ کیا اور درستگی عقیدہ کو بنیادی فرض قرار دیا آپ اپنے مکتوبات میں اس کی بار بار تاکید کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی محاضرات شریعت میں لکھتے ہیں:

"مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ایک مکتوب کی جلد اول کے مکتوب ۶۳ میں اس بات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ انبیا علیہم السلام اصول دین میں کس طرح متفق ہیں اور اصول دین میں اتفاق کے بعد شرائع میں اختلافات اور شرائع میں تفصیلات کس طرح متنوع ہوتی ہیں۔ یہ بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے، امام

شاطبی نے، امام غزالی نے، علامہ ابن تیمیہ نے اور شریعت کے متعدد مزاج شناسوں نے تفصیل سے بیان کی ہیں"۔[15]

"مقام نبوت اور علوم نبوت کے بارے میں غلط فہمیوں کی تردید فرمائی اور جو گمراہیاں الفی تحریک اور اس سے وابستہ لوگ پھیلا رہے تھے ان کی ایک ایک کر کے تردید کی، آپ کو اپنی جوانی میں ہی آگرہ جانے کا موقع ملا، جس کو اکبر آباد کہتے ہیں، وہاں جب حکومت کے عمائدین، وزرا اور ذمہ دار لوگ کو دیکھا تو انہیں صورتحال کی سنجیدگی کا اندازہ ہوا اور وہاں کی صورتحال پر ایک کتاب لکھی (رسالہ فی اثباۃ نبوۃ در رسالہ در اثبات نبوت)، جو انتہائی جامع اور بروقت قدم تھا"۔[16]

حب رسول ﷺ اور اتباع سنت:

اللہ تعالی کی اطاعت اور ان سے محبت کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان کی پیروی کی جائے اور اتباع، اطاعت کی وہ صورت ہے کہ تعمیل ارشاد برضا ورغبت کا حصول محبوب سے کامل وابستگی اور والہانہ تعلق کے بغیر ممکن نہیں، یوں اطاعت جب محبت سے کی جائے تو اتباع کہلائے گی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی نے نبوت اور حقیقت نبوت پر جو لکھا ہے وہ نہ صرف برصغیر بلکہ پوری امت مسلمہ کی فکری اور کلامی تاریخ کا اہم باب ہے انہوں نے اپنے مکتوبات میں جابجا معارف نبوت پر اس انداز میں روشنی ڈالی ہے ان تمام عقلی اور غیر عقلی الجھنوں کو صاف کرنے میں مدد ملی جو گیارہوں صدی ہجری کے ہندوستان میں پھل پھول رہی تھیں، مکتوبات میں بکھرے ہوئے اس قیمتی مواد کے علاوہ مجدد صاحب نے اثبات نبوت پر ایک باقاعدہ رسالہ تصنیف کیا۔"[17]

حضرت مجدد اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"آپ ﷺ سرور کائنات اللہ تعالی کے محبوب ہیں اور آپ کے پیروکار آپ کی متابعت سے محبوبیت کے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محب اپنے محبوب کے اخلاق وعادات جس میں دیکھتا ہے اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے، مخالفین کو یہاں سے سبق لینا چاہیے آپ ﷺ سرور کائنات اللہ تعالی کے محبوب ہیں اور آپ کے پیروکار آپ کی متابعت سے محبوبیت کے مرتبہ تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محب اپنے محبوب کے اخلاق وعادات جس میں دیکھتا ہے اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔"[18]

اخروی نجات اور ابدی فلاح سید الاولین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع سے وابستہ ہے، اس لئے ایک مسلمان حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع سے ہی درجہ محبوبیت پر فائز ہوتا ہے اور آپ نے مقام نبوت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے رسالہ اثبات نبوت اور رسالہ در اثبات نبوت لکھا آپ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی متابعت کے ذریعے سے ہی مرتبہ عبدیت پر مشرف ہو سکتا ہے جو تمام مراتب کمال سے بالا ہے اور مقام محبوبیت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے---آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع وافضلیت کے باعث ہی آپ کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے اسی سبب سے تمام امتوں میں سب سے زیادہ اور سب سے پہلے یہ امت داخل جنت ہوگی اور خداوند عالم کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے بہرہ ور ہوگی"۔[19]

شریعت وطریقت:

حضرت مجدد الف ثانی نے ایک ایسے سلسلہ تصوف کی اشاعت کی جو شریعت کی قیود سے آزاد نہیں تھا اور شریعت وطریقت کے رشتہ کو مستحکم کیا جو ٹوٹ رہا تھا، شریعت سے دین اسلام کے وہ احکام مراد ہیں جو قرآن وسنت، اجماع اور قیاس سے مستنبط ہوں، اسلامی شریعت ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، اس میں عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سبھی داخل ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں اس بات کو واضح کیا ہے:

"کہ شریعت کا اہم مقصد یہ بھی ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بنیادی مقصد ہے تو غلط نہ ہوگا، کہ انسانوں کو ان کی ذاتی پسند وناپسند اپنی مادی مصلحتوں اور ذاتی مفادات کے دائرے سے نکال کر ایک ہمہ گیر الٰہی شریعت کے نظم میں لایا جائے، یہ شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یا سب سے بڑا بنیادی مقصد ہے"۔ [20]

آپ شریعت پر استقامت کی یوں دعا کرتے ہیں:

" اللہ سبحانہ الثبات والا ستقامۃ علی الشریعہ علما ..." [21]

آپ نے شریعت کو تین اجزاء علم، عمل اور اخلاص کا مرکب قرار دیا اور تمام دینی ودنیاوی سعادتوں کا ضامن قرار دیا ایک مکتوب میں فرمایا:

> "شریعت راسہ جزواستعلم وعمل واخلاص ،تا ایں سہ جزو مستحق نشوند شریعت تحقیق نشو د وچوں شریعت متحقق شد رضائے حق سبحانہ وتعالی حاصل گشت ...واخر ویہ است ورضوان اللہ من اللہ اکبر"۔ [22]

"شریعت کے تین اجزاء ہیں علم، عمل اور اخلاص ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے اور یہی رضا دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے کوئی ایسا مطلب نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔۔۔ جن سے طریقت کی تربیت کی جاتی ہے"۔[23]

آپ نے اپنے مریدین کو دنیا کے مال وحب جاہ سے روکا آپ اپنے مریدین کے نام خط میں اس طرح لکھتے ہیں:

"نیک تکید نمایند کہ طمعے در مال مرید وتوقع در منافع دنیاوی او پیدا نشود"[24]

خوب اچھی طرح سے اس کو سمجھو کہ مرید کے مال کے طمع اور دنیاوی منافع کی توقع کسی طرح دل میں پیدا نہ ہو۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنی کتاب محاضرات سیرت میں لکھتے ہیں:

"آپ نے محسوس کیا کہ یہ جو گمراہیاں پھیلائی جارہی ہیں ان میں بعض صوفیاء کرام کی شطیحات کو استعمال کیا جارہاہے اس دور میں ایسے صوفیاء کرام بھی پائے جاتے تھے جو اپنے جذبات اور احساسات کی شدت کی وجہ سے کبھی کبھی ایسے الفاظ استعمال کر جاتے جو اپنے عام مفہوم میں نہیں ہوتے تھے، ان کا مقصود ظاہری اور لغوی مفہوم نہیں ہوتا تھا، اس لئے ان کلمات اور الفاظ کو اسلام اور شریعت کا ترجمان کبھی بھی نہیں سمجھا گیا"۔[25]

اسلامی معاشرے کے تشخص کا احیاء اور اخلاق رذیلہ کا خاتمہ:

مجدد الف ثانیؒ کا دور فکری انتشار اور برصغیر میں مسلم سلطنت کے زوال کا دور تھا، یہ زوال اور انتشار اتنا ہمہ گیر تھا کہ مسلمانوں کا کوئی طبقہ حکمران اور عساکر، علماء اور فقہا صوفیاء اور عوام اس سے محفوظ نہ تھے، مجددؒ نے علمائے سو اور بے دین صوفیاء کی پھیلائی ہوئی بدعات کے قلع قمع کے لیے سنت نبوی ﷺ کی تعلیم و اشاعت اور پابندی پر خاص زور دیا، انہوں نے اپنے عہد میں رواج پا جانے والے تمام افکار و نظریات اور عبادات کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا اور ان تمام اختراعات کی شدت سے مخالفت کی جن کا عہدِ نبوی ﷺ میں کوئی وجود نہ تھا، مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ماحول کی تشخیص کی، اصلاح کی تجویزیں دیں، خود اپنے حدود کا تعین کیا یعنی اپنی قوت کا اندازہ لگایا ذہنی انقلاب کے لئے کوشاں رہے، فکری، اخلاقی، معاشرتی وعلمی اصلاح کے لئے کاوشیں کیں، اجتہاد فی الدین کا احیاء کیا، احیائے نظام اسلامی کی جانب قدم اٹھایا، انقلاب کو عالم گیر سطح پر برپا کیا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"شیخ مجدد الف ثانیؒ کے علمی اور فکری کارناموں میں بلاشبہ سب سے نمایاں کام اس دور میں رائج گمراہیوں کی فکری اصلاح, تصوف کی تجدید ہندومت کی فکری اور ثقافتی یلغار کے تدارک کی کوششیں قابل ذکر ہیں، آپ کی قابل قدر کاوشیں اہل پاکستان کے لئے اہم ہیں کیونکہ آپ کی تجدیدی اور اصلاحی تحریک کے نتیجے میں تاریخ کا رخ موڑا جا سکا اور تخت دہلی پر اورنگ زیب جیسا مثالی حکمران متمکن ہوا"۔[26]

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے خیال میں:

" آپ اصلاح فکر پر توجہ دیتے ہیں اور عوام الناس کو اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں ور لوگوں کو رزق حلال کمانے کی ترغیب دیتے ہیں تا کہ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر عمل اور محنت کی صلاحیت پیدا ہو، روحانی پاکیزگی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان کی روزی پاکیزہ ہو،اس کی زندگی صاف ستھری ہو اور رزق حلال اس کی توجہ کا مرکز ہو تو روحانی پاکیزگی خود بخود حاصل ہو جائے گی،رزق حلال خود ایسی برکت اور ایسا نور پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں روحانی بلندیاں حاصل ہو جاتی ہیں"۔[27]

سنت رسول ﷺ کا احیاء اور بدعات کا رد:

برصغیر کا اسلامی معاشرہ بیرونی اثرات قبول کرنے کے علاوہ اندرونی سطح پر بھی شکست وریخت کا شکار ہو چکا تھا،ہندو مت کے اثرات اور شرکیہ رسومات اور بدعات کا نفوذ جابجا نمایاں تھے، حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوبات میں ان حالت کو بیان کیا ہے:

"چنانچہ در ایام ووالی کفار جہلہ ء اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشان رسوم اہل کفر را بجاے آرند وعید خود مے سازند وہدایائے شبیہ بہدائے اہل کفر بخانہائے دختران وخواہران در رنگ اہل شرکمنفر ستند وظر فمائے خود رادر رنگ کفار دران موسم رنگ مے کنند وبر برنج سرخ آنہار اپر کردہ مے فرستند وآن موسم را اعتبار واعتنا مید ہند شرک است وکفر است۔" [28]

جیسے کافروں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خاص کر ان کی عورتیں کافروں کی رسمیں بجالاتی ہیں اور اپنی عید مناتے ہیں اور کافروں اور مشرکوں کی طرح ہدیہ اور تحفہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کافروں کی طرح اپنے برتنوں کو رنگ کر کے ان کو سرخ چاولوں سے بھر کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کا بڑا اعتبار اور شان بناتی ہیں یہ سب شرک اور دین اسلام کا کفر ہے۔

یہ اسلامی معاشرے پر بیرونی تہذیبوں کے اثرات تھے لیکن اپنی اسلامی تہذیب کی صورتحال بھی تسلی بخش نہ تھی، اسلامی عبادات میں بھی ملاوٹ کر دی گئی تھی۔

"شریعت کی حمایت اور ترویج وترجمانی کے علاوہ آپ کا(مجدد الف ثانی) بڑا کام رد بدعت تھا، نئے طریقوں اور اور نت نئے فرقوں سے نہ صرف دین میں رخنے پیدا ہو رہے تھے بلکہ اسلامیان ہند کے اجتماعی نظام میں بھی بڑا خلل واقع ہو رہا تھا آپ نے رد بدعات میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، آپ نے اپنی تقریر و تحریر سے امراء وسلاطین کو اس فرقہ باطلہ کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا اور رد روافض لکھ کر اس فتنہ کی سرکوبی کی شرع کی ترویج اور سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کی شریعت وطریقیت میں تطبیق نے شریعت اسلامیہ کی جڑیں مضبوط کیں"۔[29]

آپ نے معاشرے کے اندر جہاں بدعت کے خاتمے پر زور دیا وہاں آپ نے سنت رسول ﷺ کے احیاء پر زور دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

بزرگی سنت کی تابعداری سے وابستہ ہے اور فضیلت شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے، مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو، کروڑ کروڑ شب داریوں سے جو اس تابع داری کے موافق نہ ہوں اولی وافضل ہے اور ایسے ہی عید الفطر کے دن کا افطار جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے شارع اسلام کے حکم پر جیتل (ایک سکہ کا نام) کا دنیا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کر دینے سے بہتر ہے۔"[30]

اصلاح اخلاق کی تلقین:

آپ نے اپنے خطوط میں ہمیشہ اعلی اخلاق کی تلقین کی آپ لکھتے ہیں:

"اگر گناہ اس قسم کے ہیں کہ جن کا تعلق اللہ کے حقوق کے ساتھ ہے جیسے کہ زنا اور شراب پینا اور سرور اور ملاہی کا سننا اور غیر محرم کی طرف بنظر شہوت دیکھنا اور بغیر وضو کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانا اور بدعت پر اعتقاد رکھنا وغیرہ وغیرہ تو ان کی توبہ ندامت اور استغفار اور حسرت وافسوس اور بارگاہ الہی میں عذر خواہی کرنے سے ہے اور اگر فرائض میں سے کوئی فرض ترک ہو گیا تو توبہ میں اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور اگر گناہ اس قسم کے ہیں جو بندوں پر مظالم اور ان کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں اور ان سے معافی مانگیں اور ان پر احسان کریں اور ان کے حق میں دعا مانگیں اور اگر مال اسباب والا شخص مر گیا تو اس کے لئے استغفار کریں اور اس کا مال اس کے وارثوں اور

اولاد کو دے دیں اور اگر اس کے وارث معلوم نہ ہو تو مال وجنایت کے برابر صاحب مال اور اس شخص کی نیت کر کے جس کو ناحق اذیت دی ہو، فقیراء و مساکین پر صدقہ خیرات کر دیں، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے، جب انسان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کر لے کامل ورع حاصل نہیں ہوتا، زبان کو غیبت سے بچائے، بد ظنی سے بچائے، مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے، حرام سے آنکھ بند کرے، سچ بولے، ہر حال میں اللہ تعالی ہی کا احسان جانے تاکہ اس کا نفس مغرور نہ ہو، اپنا مال راہ حق میں خرچ کرے اور راہ باطل میں خرچ کرنے سے بچے اپنے نفس کی بلندی اور بڑائی نہ طلب کرے، نماز کی حفاظت کرے اور اہل سنت والجماعت پر استقامت اختیار کرے"۔[31]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"جہاں قرآن مجید نے مثبت طور پر مکارم اخلاق کی تعلیم دی ہے وہاں رذائل اخلاق سے بچنے کا حکم بھی دیا ہے، حرص سے منع کیا ہے، حسد اور غصب سے منع کیا ہے بخل سے منع کیا، عجب اور کبر سے روکا ہے ریا کو برا قرار دیا قرار دیا ہے، یہ تمام منہیات قلبیہ ہیں ان منفی جذبات سے افراد لاعلم رہتے ہیں مجدد الف ثانی کے مطابق بعض اوقات تواضع کبر کی چادر اوڑھ کر سامنے آتی ہے، بعض اوقات کبر تواضع کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے اندر سے کبر ہوتا ہے لیکن اس کا اظہار تواضع کے انداز سے ہوتا ہے، یہ انسان کی ایک ذہنی اور نفسیاتی کمزوری ہے اس طرح کی خرابیاں بے شمار ہیں جن کو دور کرنے کے لئے فقہا نفس کی ضرورت پڑتی ہے"۔[32]

آپ نے اپنی تصنیفات میں بچوں کی تربیت کا واضح لائحہ عمل پیش کیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

اے فرزند آج جب کہ فرصت کا وقت ہے اور اسباب جمعیت سب حاصل ہیں (کار خیر) میں تاخیر اور ٹال مٹول کی گنجائش ہے، بہتر وقت کو جو جوانی کا وقت ہے، بہتر عملوں میں جو مولا کی اطاعت وعبادت ہے صرف کرنا چاہیے اور محرمات ومتشابہات سے بچ کر پانچ وقتی نماز کو باجماعت ادا کرنا چاہیے اور محرمات ومتشابہات سے بچ کر رہنا چاہیے---جوانی کے وقت جب کہ نفس امارہ اور شیطان لعین کا غلبہ ہے، تھوڑے عمل کو بہت سے اجر کے عوض قبول کرتے ہیں اور کل جب کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائینگے اور حواس اور قوتیں سست ہو جائینگے اور جمعیت کے اسباب پراگندہ ہو جائیں گے تو سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہو گا، اور ممکن ہے کہ کل تک مہلت نہ دیں اور ندامت وپشیمانی کا موقع بھی جو ایک قسم کی توبہ ہے ہاتھ نہ آئے اور ہمیشہ کا عذاب جس کی نسبت پیغمبر ﷺ نے خبر دی ہے اور گنہگاروں کو اس

سے ڈرایا ہے آج شیطان خدا کے کرم پر مغرور کر کے سستی میں ڈالتا ہے اور اس عفو کا بہانہ بنا کر گناہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔"[33]

تبلیغی وفود کی روانگی:

"سب سے پہلا قدم حضرت مجددالف ثانیؒ نے یہ قدم اٹھایا کہ اپنے مریدوں کی بہت بڑی تعداد کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیجا جنہوں نے اسلام کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچائیں اور انہیں اتباع سنت کی اہمیت بتلائی، لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی، ان تبلیغی وفود کا بھیجنا صرف ہندوستان میں ہی نہ تھا بلکہ دوسرے ممالک میں بھی انہیں بھیجا گیا"۔[34]

"آپ نے 1926ھ میں اپنے بہت سے خلفاء تبلیغ وہدایت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے، ان میں سے ستر افراد مولانا محمد قاسم کی قیادت میں ترکستان کی طرف روانہ کیے گئے، چالیس حضرات مولانا فرخ حسین کی قیادت میں عرب، یمن، شام اور روم کی طرف بھیجے گئے، دس ذمہ دار اور تربیت یافتہ حضرات مولانا محمد صادق کابلی کے ماتحت کاشغر کی طرف اور تیس خلفاء مولانا شیخ احمد برکی کی سرداری میں توران بدخشاں خراسان گئے اور ان حضرات کو اپنے اپنے مقامات میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور بندگان خدا نے ان سے فائدہ اٹھایا۔"[35]

ہندو غلبے کے اثرات کا مقابلہ:

مغل بادشاہ اکبر کی بے راہ روی کے باعث سرکار دربار اور معاشرے میں ہندو غلبے کے جو اثرات پیدا ہو گئے تھے، مجددؒ نے دوسرے علمائے حق کے ساتھ مل کر ان کے خاتمے کی بھرپور جدوجہد کی۔

> "Mosques and prayer rooms were changed in to store rooms and into Hindi guardrooms, Islam was in great distress.Unbelieveers could openly ridicule and condemn islam and Muslmans.The riets of Hinduism were celebrated in every street and corner ,while Musalman were not permitted to carry out the injunction of islam ,The Hindus when they observe fast could compel the Muslims not eat and drink, While they themselves could could eat and drink publicly during Ramdan.At several places muslman had to pay with their lives for sacrifing the cow on eid-al-adha." [36]

> مسلمانوں کی مساجد اور نماز پڑھنے والے کمرے گوداموں میں اور ہندوؤں کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو رہے ہیں، اسلام بہت بڑے تنزل کی زد میں تھا، ایمان نہ لانے والے (یعنی غیر

مسلم) اسلام کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے اور اس کی مذمت کرتے، ہندوؤں کے تہوار گلی محلوں میں آزادانہ طور پر منائے جاتے، مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے شعار ادا کر سکتے ،ہندو جب دیکھتے کہ مسلمانوں کا روزہ ہے اور وہ کھا پی نہیں سکتے تو وہ آزادانہ طور پر مسلمانوں کے سامنے عوامی سطح پر کھاتے اور پیتے جب عید قربان ہوتی تو گائے کی قربانی اپنی زندگی قربان کرکے ادا کرتے۔

"ہندومت کی احیائیت نے مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کردی تھیں، آپ نے شعائر اسلام کے احترام پر زور دیا، امرا اوراراکین سلطنت کو اس کی تلقین کی، خود اپنی زندگی میں اسلامی نقطہ نظر کے احترام کی بڑی جرائتمندانہ مثال قائم کی، آپ نے جہانگیر کے سامنے سجدہ نہ کرکے قید وبند کی سختیاں جھیلیں آپ کی اس نیک مثال نے لوگوں کو جرات دلائی جو دبے بیٹھے تھے وہ دلیر ہوگئے حکمران طبقے میں جو اسلام پسند گروہ تھا اسے بھی تقویت ملی۔اور جو غیر اسلامی آداب ورسوم دربار شاہی میں عجمی ملوکیت کی تقلید یا ہندو اثرات کی وجہ سے رائج ہوگئی تھیں، ان کے ازالے کا سامان ہوا اور شعائر اسلامی کے احترام کا پھر سے خیال کیا جانے لگا"۔[37]

ہندوستان میں ہندوؤں کے لئے ذبیحہ گاؤ ایک حساس معاملہ رہا ہے مغلیہ سلطنت کے ایک خاص دور میں بادشاہ اکبر کے دور میں گائے کی قربانی کے سلسلے میں پابندلگائی گئی، مسلمانوں نے اسکے خلاف شدت سے آواز اٹھائی۔ڈاکٹر محمود احمد غازی مجدد الف ثانیؒ کے متعلق محاضرات شریعت میں لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں کے سب سے بڑے مذہبی عبقری نے اس پابندی یا حوصلہ شکنی کے خلاف آواز اٹھائی اور وزیر اعظم کو خط لکھاذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام استہندوستان میں گائے کا ذبیحہ اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں سے ایک ہے اور آپ بادشاہ کو قائل کریں کہ وہ اس شعار اسلام کو نافذ کرے، چناچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ دینی قائد کے اس طرز عمل سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ان امور میں کیا مزاج رہا ہے انہیں تھوڑا سا انحراف بھی اس ترتیب میں گوارانہ تھا جو ترتیب شریعت میں پیش نظر تھی ،ان شرائط کے ساتھ اور اس ذہنی وفکری ماحول میں مسلمانوں نے دوسروں سے کسب فیض کیا اور جو مثبت اور تعمیری عناصر دوسری اقوام میں موجود تھے انہیں اپنے قواعد وضوابط کے مطابق اسلامی تہذیب کا حصہ بنایا"۔[38]

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اکبر نے ہندوستان کو مسلمانوں کی برتری ختم کرکے اس کو دارالاسلام سے سیکولر سٹیٹ (لادینی ریاست) بنادیا تھا۔اس کی اس پالیسی سے ہندوستان اور مسلمانوں کے مفادات کو جو نقصان پہنچا اس کا ازالہ آج

تک نہیں ہو سکا بلکہ صدیوں نہ ہو سکے گا۔ مجدد ؒ نے اکبر آباد میں قیام کے دوران ابو الفضل اور فیضی کی مجالس میں بار ہا شرکت کی اور ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اسلام اور کفر کا ملغوبہ تیار کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا، البتہ اسلام کو زبر دست نقصان پہنچے گا۔ اپنی کاوشوں سے دربار کے بعض امراء اور حق گو علماء کو ہمنوا بنالیا۔ عوام پر بھی خاطر خواہ اس کا اثر ہوا اور اکبر کی مذہبی پالیسیوں کے خلاف ایک موثر حلقہ ضرور تیار ہوا جسے محسوس بھی کیا گیا۔ ایک مکتوب میں آپ میر صدر جہاں کو دفتر اول مکتوب 195 میں لکھتے ہیں:

> "اس خط میں آپ لکھتے ہیں کہ اب جب کہ حکومت پلٹ گئی اور اہل ملل کے عناد کا زور ٹوٹ گیا ہے تو تمام مقتدیان اسلام کو چاہیے وہ وزرائے عظام ہوں یا علمائے کرام لازم آتا ہے کہ اپنی کوشش شریعت کی ترویج پر لگادیں اور اسلام کے منہدم ارکان کو قائم کریں تغافل میں فائدہ نہیں مسلمانوں کے دل ملول ہیں ،ان کو پچھلے دور کی مصیبتیں یاد ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تلافی مافات کی صورت ہاتھ سے نکل جائے اور اسلام کی غربت میں اضافہ ہو، بادشاہوں کو طریقہ نبویہ کی اشاعت کا خیال نہ ہو اور بادشاہ کے مقربین اپنے آپ کو اس کام سے دور رکھیں اور چند روز حیات کی فکر میں اہل اسلام کا معاملہ کہیں خراب نہ ہو۔"[39]

آپ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ حکومت کے مناصب پر فائز ذمہ داران کو چاہئیے کہ وہ پچھلی کوتاہیوں کی تلافی کریں اور شریعت اسلام کو مکمل طور پر نافذ کریں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> " آپ نے اصلاح وتربیت کا کٹھن بیڑہ اٹھایا اور اس کو پایا تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر ممکنہ تدبیر اختیار کی "امام مجدد نے اس اصلاحی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا جس کی بنیاد ان کے روحانی مرشد امام الباقی نے رکھی تھی آپ نے اپنے رفقاء اور شاگردوں کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں منظم کیا انہیں برصغیر کے مختلف اطراف میں پھیلا دیا تاکہ وہ دعوت اسلامیہ کی نشرواشاعت کریں اور مجددی تحریک (مجدد الف ثانی)اصلاح کا پیغام پھیلائیں۔"[40]

علماء میں بیداری کی لہر پیدا کی:

آپ معاشرے کے بگاڑ اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں خرابی کی ذمہ داری ان علماء پر ڈالتے تھے جنہوں نے دنیاوی مال وزر کی خاطر عوام الناس کو گمراہ کیا، یہ لوگ غلط عقائد اور قرآن و سنت سے متصادم اصولوں کو دین ٹھہراتے تھے، اور اپنے باطل نظریات کے فروغ کے لیے بادشاہ کو بھی ورغلاتے تھے، مجدد ؒ نے عوامی سطح پر ان علماء کا

زبردست محاسبہ کیا اور اپنے حلقہ اثر کے امراء کو بار بار تاکید کرتے کہ بادشاہ کو ان غلط کار مولویوں اور پیروں سے دور رکھنے کی برابر کوششیں کرتے رہیں۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جب اللہ تعالی نے آپ کے کام اور باتوں میں تاثیر بخشی ہے، اور آپ کی دینی عظمت اپنے ہم عصروں کی نگاہ میں ظاہر ہو گئی، یہ کوشش فرمائیں کہ اہل کفر کے وہ بڑے بڑے رسوم و شعائر جو مسلمانوں میں رائج کر دیئے گئے ہیں مٹادیئے جائیں اور مسلمان ان منکرات سے محفوظ ہو جائیں۔"[41]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

" آپ نے واضح کیا کہ علماء میں ایک قسم علمائے سو کی ہے اور دوسری قسم علمائے حق کی ہے یہ اصطلاح آپ نے پہلی مرتبہ استعمال کی ہے اور لوگوں پر واضح کیا علمائے سو وہ ہیں جو بد کردار، بد عقیدہ اور بدنیت ہیں اور دنیاوی مقاصد اور اپنے مفاد کی خاطر اپنے دینی علم کو استعمال کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے ایسے علماء کی طرف سے پردہ دری کی ہے کہ کسی بے دین اور بدکردار کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی، آپ فرماتے ہیں کہ علماء سوڈاکو کی مانند ہیں اور ان کا مطمع نظر صرف جاہ اور دنیوی مناصب اور مال و دولت کا حصول ہے ایسے لوگ دین کے لئے بہت خطرناک ہیں ان سے بچنا ہو گا"۔[42]

علمی اصلاح:

"ڈاکٹر محمود احمد غازی نے مختلف علوم وفنون کی جہت سے بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا ہے، آپ کے بقول دینی علوم و تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے میدانوں میں جو کام ساتویں آٹھویں صدی تک ہو گیا تھا اس میں کوئی قابل ذکر پیش رفت چند اکا دکا استثنائی مثالوں کے علاوہ نظر نہیں آتی تھی، برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک استثنا ہیں"[43]

حضرت مجددؒ کے اس خاص علمی مقام کی وجہ سے اس دور کے نظام تعلیم اور اسالیب تعلیم کو بھی قابل قدر گردانا گیا ہے مغلیہ عہد کے نظام تعلیم کا حوالہ دیتے ہوئے آپ مجددؒ کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"دینی مدارس کی پیداوار حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تھے جنہیں دنیائے اسلام نے دوسرے ہزار سال کا مجددؒ قرار دیا، جن کو علامہ اقبال نے مسلم ہندوستان کا (Religious Genious) یعنی نابغہ روزگار قرار دیا، اسی نظام تعلیم کی پیداوار دوسرے تمام اہل علم، ارباب سیاست و حکومت اور دیگر اصحاب ادب و دانش بھی تھے، حضرت مجدد صاحب اور سلطنت مغلیہ کے نواب سعد اللہ خان مرحوم دونوں ہم درس تھے وہ ایک ہی درس گاہ میں ایک ہی استاد کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کر کے تیار ہوئے تھے"۔[44]

امرائے مملکت کی اصلاح:

عموماً علماء اور صوفیا عموماً بادشاہوں اور امیروں سے دور رہ کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ انہیں دنیا والوں سے کوئی سروکار نہیں مگر مجددؒ امراء کی اہمیت سے واقف تھے وہ خوب جانتے تھے کہ ملک کے بڑے لوگوں کی اصلاح کا اثر عوام پر ضرور پڑتا ہے، چنانچہ انہوں نے شروع ہی سے اکبری عہد کے بعض صحیح الفکر امراء سے برابر رابطہ رکھا۔ جس کی وجہ سے بہت سے امراء نقشبندی سلسلے سے وابستہ ہوگئے۔ انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اکبر جیسے مذہب بیزار بادشاہ کی اصلاح ہو سکی اور آخر وقت میں اس کے خیالات بدل گئے۔ نیز جہانگیر کی تخت نشینی ہو سکی، جس نے ملک میں اسلامی قوانین کو رائج کر دیا تھا۔ امراء کی اصلاح کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ انہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جس تخت پر اکبر جیسا بادشاہ بیٹھا تھا ہندو اور ایرانی امراء کا غلبہ تھا پچاس سال بعد اسی تخت پر اورنگ زیب عالمگیر جیسا صحیح الفکر اور راسخ العقیدہ بادشاہ بھی بیٹھا جس نے قرن اول کے مسلمان خلفاء کی یاد تازہ کر دی شیخ مجددؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"آپ کو معلوم ہے کہ سلطان کی حیثیت روح کی ہے اور تمام لوگ مانند جسم ہیں اور اگر روح صالح ہے تو جسم و بدن بھی صالح ہے، اگر روح فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے، پس صالح سلطان کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے اور اصلاح کلمہ اسلام کے اظہار میں مضمر ہے۔"[45]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں

"اسی خیال کے پیش نظر انہوں نے بادشاہ اور اہل حکومت کی اصلاح پر خصوص توجہ دی اور اس کے لئے انہوں جو لائحہ عمل تیار کیا اس میں خود حکومت کے متعلقین کو قلیدی حیثیت دی، بالفاظ دیگر انہوں نے اہل سیاست و حکومت کی اصلاح یا ان میں شرعی قوانین کی ترویج کے لئے خود ان لوگوں کا استعمال کرنا زیادہ مناسب و مفید سمجھا جو بادشاہ سے بہت قریب تھے یا حکومت کا جز تھے، یہ حسن اتفاق تھا کہ امراء یا مغلیہ سلطنت کے بڑے عہدہ داروں میں متعدد شیخ کے معتقدین یا مریدین تھے، بعض مصنفین کی رائے میں شیخ مجددؒ نے خود ان سے رابطہ قائم کیا اور جب وہ ان سے قریب ہوگئے تو ان کی عظمت و محبت ان کے دل میں ایسے بیٹھ گئی کہ وہ ان کے گرویدہ ہوگئے اور پھر شیخ نے ان کی تربیت فرما کر انہیں اس لائق بنا دیا کہ وہ ان کے اصلاحی مشنری بن گئے"۔[46]

تصوف اور اہلِ تصوف کی اصلاح و تجدید:

اہل تصوف نے اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی جو آمیزش کر دی تھی اس کے مسلمانوں کے عقائد اور اعمال پر بہت گہرا اثر اپڑا، ہندوستان چونکہ مرکز اسلام (حرمین مکہ و مدینہ) سے بہت دور تھا اور یہاں اسلام متعارف بھی صوفیا کے ذریعے ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: "حضرت مجدد ؒالف ثانی شیخ احمد سرہندی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محی الدین وغیر نے روحانیات سیرت کو ایک الگ فن بنادیا ہے، سیرت کی کتابوں میں اس فن کو عام طور پر اس کو اس لئے بیان نہیں کیاجاتا کہ اکثر سیرت نگار اس فن کے مرد میدان نہیں تھے"۔[47]

مجدد ؒچونکہ خود تصوف کی وادیوں کے رمز شناس اور ان راہوں کے مسافر تھے اور تصوف وسلوک میں بہت اعلی مقام رکھتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ دین و شریعت کے سب سے بڑے عالم تھے، اس لیے انہوں نے صوفیانہ نظریات کو دین و شریعت کی عدالت میں پیش کر کے ان تمام غیر اسلامی نظریات کو الگ کر دیا جن کی اسلامی تصوف میں آمیزش ہو گئی تھی ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"تصوف کی اصلاح کے لئے آپ کے مکتوبات پوری تاریخ تصوف میں نمایاں مقام رکھتے ہیں----- انہوں نے قرآن وسنت کی اصل تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے تصوف کی اصطلاحات کی وہ تعبیریں اور تشریحات کیں جو قرآن وسنت کی روسے قابل قبول ہیں اور جن کی بنیاد رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طرز تربیت پر ہے"۔[48]

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ فردائے قیامت از شریعت خواند پر سید روزے قیامت شریعت کے بارے میں سوال کیاجائے گا، از تصرف نہ خواھند پرسید، تصوف کے نکتوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، دخول جنت وتجنب از نار وابستہ باتیاں است جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات شریعت و تصوف یا فقہ و تصوف دونوں ایک ہیں، یہ تمام علمائے تصوف کے یہاں متفق علیہ رہی ہے، ایک فقہ النفس ہے دوسرا فقہ الاعمال، فقہ کے بغیر تصوف بے معنی ہے"۔[49]

انہوں نے اسلامی تصوف کو نکھار کر پیش کر دیا۔ مجدد ؒنے تصوف و طریقت کو شریعت کے تابع کر دیا اور شریعت کی پابندی نہ کرنے والے صوفیاء
کو اسلام کا باغی قرار دیا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"خاص طور پر ہمارے برصغیر کے سب بڑے عبقری حضرت مجدد ؒالف ثانی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے صوفیاء کرام خام ہیں یہ اپنے خام حیلوں کے عمل کو طرح طرح کے بہانوں اور تاویلوں سے درست ثابت کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے رقص کو اپنی ملت اور اپنا دین قرار دیا ہے، یہ فضولیات اور

لہو لعب کو اپنی عبادت سمجھتے ہیں جو شخص فعل حرام کو مستحسن سمجھتا ہو وہ اہل اسلام کے زمرے سے نکل جاتا ہے، اس کا شمار مرتدوں میں ہوتا ہے، لہذا یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ رقص و سرود کی محفلوں کو اچھا سمجھنا اور ان کو اطاعت و عبادت کی ایک قسم سمجھنا بہت بری بات ہے"۔[50]

محمود احمد غازی لکھتے ہیں: تصوف میں فنا کی اصطلاح بہت عام ہے، یہ اصطلاح بہت سے بزرگ اکابرین نے استعمال کیا ہے جبکہ مجدد الف ثانی اس کے متعلق کہتے ہیں۔

"فنا کے لغوی معنی تو فناء ہو جانا ختم ہو جانا یا annihilation کے ہیں، اب اگر یہ فنا کسی فزیکل مفہوم میں ہو تو قرآن مجید میں اس کی کہیں تعلیم نہیں دی گئی، قرآن پاک نے کہیں بھی یہ مطالبہ نہیں کیا کہ انسان اپنے آپ کو جسمانی طور پر فنا کرلے، اس لئے فنا کی اصطلاح کے لغوی معنی یہاں بالکل مراد نہیں ہیں مجدد الف ثانی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ انسان اپنے قلب اور روح کو اس طرح سے تربیت دے کہ اسکی وہ تمام مادی اور شہوانی خواہشات فنا ہو جائیں جو اس کی ہوا و ہوس پر مبنی ہیں اور شریعت سے متعارض ہیں، ان تمام خواہشات کو فنا کر دینے کا نام اور ایسی فطرت بنا لینے کا جس کے نتیجہ میں اتباع رسالت کے تقاضے بطور طبعی معاملات کے پوری ہونے لگیں گے اس کیفیت کو فنا کی اصلاح سے یاد کیا گیا ہے"[51]

مسلم اقتدار کے غلبہ وبقا کی کوششیں:

حضرت مجددؒ الف ثانی کو جب قلعہ گوالیار میں بادشاہ جہانگیر نے قید کر دیا تو آپ نے وہاں پر بھی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا، جس قید خانے میں آپ کو رکھا گیا، وہاں کئی ہزار غیر مسلم بھی چوری چکاری اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے جرائم میں ملوث ہونے کی وجہ سے قید و بند کے مصائب جھیل رہے تھے آپ نے وہاں بھی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا، جب آپ نے اپنے صاحبزادے کو خط میں لکھا:

> "خدا خیریت رکھے، ملاقات ہو یا نہ ہو، ہماری نصیحت یہی ہے کہ اپنی مراد یا ہوس باقی نہ رہے جو کچھ ہو رضاء الہی اور ارادہ خداوندی ہو، حتی کہ میری رہائی جو آج کل تمہارا بہت بڑا مقصود بنا ہوا ہے وہ بھی مقصود مراد نہ رہے اور اللہ تعالی کی مقرر فرمودہ تقدیر، اس کے ارادے اور اس کی مرضی پر پوری طرح راضی ہو جاو، اپنی والدہ کو یہ مضمون سمجھا دو، اس زندگی کے باقی حالات اس قابل ہی نہیں کہ معرض تحریر میں آئیں، کیونکہ وہ ختم ہونے والے ہیں، چھوٹوں پر مہربانی کرو، پڑھنے کی رغبت دیتے رہو، جہاں تک ہو سکے اہل حقوق کو میری طرف سے راضی رکھو، حویلی، سرائے، کنواں، باغ اور کتابوں کا غم بہت معمولی ہے،

اگر ہم مر جاتے ہیں تب بھی جاتی رہتیں اب زندگی میں جاتی رہیں کوئی فکر نہیں اولیاء اللہ ان چیزوں کو خود چھوڑ دیا کرتے ہیں، اب شکر ادا کرو کہ خدا نے خود ان چیزوں کو چھڑوا دیا۔"[52]

مجدد الف ثانیؒ کی اصلاح معاشرہ کی کاوشوں کے عالمگیر اثرات نظر آتے ہیں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

شیخ احمد سرہندیؒ کے کام کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کئے گئے، جیاں جہاں اس طرح کی گمراہی پائی جاتی تھی وہ وسطی ایشیا ہو افغانستان ہو اور حتی کہ ترکی ہو وہاں ان کے مکتوبات سے استفادہ کیا گیا، خود مشرق وسطیٰ میں ان کی تحریروں سے کسب فیض کیا گیا ان مکتوبات کا عربی ترجمہ ہوا بعض ترک علما نے ان کی کتابیں عرب دنیا میں شائع کیں۔[53]

دو قومی نظریہ اور مجددؒ:

اکبر کے دین الٰہی کے سبب بڑا نقصان یہ ہوا کہ حکومت کا اسلامی تشخص ختم ہو کر رہ گیا اور عمومی طور پر حکومتی پالیسیوں کا جھکاؤ ہندوؤں کی طرف ہو گیا۔ حضرت مجددؒ نے کفر و اسلام، شرک و توحید، ہدایت و گمراہی، خدا پرستی اور بت پرستی کو یکساں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف اعلان کیا کہ اسلام اور ہندوازم دو الگ الگ مذہب ہیں، اسلام خدا اور پیغمبر ﷺ کا دین ہے جبکہ ہندوازم شرک و بت پرستی کی دعوت دیتا ہے، اس لیے ہندوازم اسلام سے متصادم ہے، یوں انہوں نے ہندوستان میں دو قومی نظریے کی پہلی اینٹ رکھی، انہوں نے اپنے مریدوں اور زیر اثر امراء کو اسلام اور ملتِ اسلامی کی حفاظت اور اسلامی تشخص بر قرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرنے کی مسلسل ہدایت کی اور ہندوستان میں اسلام کے مستقبل کو تاریک ہونے سے بچایا۔ آپ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"غربت اسلام نزدیک بیک قرن است بر نہجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجر واجری احکام کفر برملا در بلا د اسلام راضی نمی شوندمیخوا ہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گروند واثر ے از مسلمانان ومسلمانی پیدا نشود کارراتآ ن سرحد رسایند ہاند کہ اگر مسلمانی از شعار اسلام اظہار نماید بقتل ...ذبح بقرہ در ہندوستان ازاعظم شعار اسلام است ،کفار بجزیہ دادن شاید راضی شوند ا ما بذبح بقرہ ہزگزراضی نخواہند درابتداء پادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت ومسلمانان اعتبار ہیدا کرند" [54]

ایک قرن میں اسلام کی غربت اس درجہ کو پہنچ چکی کہ اہل کفر صرف اس پر راضی نہیں ہیں کہ محض کفر کے احکام کا اعلانیہ اسلامی بلاد میں اجراء ہو جائے، وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکلیہ مٹا دیئے جائیں اور اسلام و مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔۔۔ یہ بات یہاں تک پہنچائی گئی

ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلام کے کسی شعار کا اظہار کرتا تو اسے قتل کر کے اس کے انجام تک پہنچا دیا جاتا ہے

مجدد الف ثانیؒ کے کام کی اہمیت اور اثرات:

جو اثرات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بدولت اسلامی ہندوستان میں عام ہوئے انھی کا فیض یہاں کی سرحدوں سے گذر کر باقی عالم اسلام کو پہنچا، اور حضرت مجدد کی تعلیمات عام ہونے کا ایک نتیجہ احیائی اور شرعی رنگ کا غلبہ تھا جو عالم اسلام میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی محاضرات سیرت میں لکھتے ہیں:

"ان دونوں شخصیات (مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ) کے کارناموں کی برکت سے برصغیر پاک وہند میں جو گمراہی کی ہوا چل پڑی تھی وہ یقیناً ختم ہو گئی، یقیناً یہ ہند میں سرمایہ ملت کا وہ نگہبان تھا جن کو اللہ نے بروقت خبر دار کیا، دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بروقت خبر دار کیا ایک نے علم اور شریعت کی نشر و اشاعت کا کام کیا اور دوسرے نے فکری گمراہیوں کی اور روحانیت کے راستے سے آنے والی غلطیوں کی تردید کی ان حضرات کے کام کے اثرات برصغیر پر اتنے نمایاں ہیں کہ صدیوں تک محسوس ہوتے رہے"[55]۔

انہوں نے دین الٰہی کی گمراہیوں کے خلاف کامیاب جدوجہد کی۔ اکبر جیسے بے دین بادشاہ کی پچاس سالہ حکومت کے جو اثرات ہو سکتے تھے ان کو مکمل طور پر زائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور آپ کی خاموش جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ اسی اکبر کے بیٹے جہانگیر نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی اکبری دین کے خاتمے کا اعلان کر کے اسلامی قوانین کے احیا کا اعلان کیا۔ شاہ جہاں بھی اسلام کی طرف راغب رہا اور بالآخر مجددی فیضان ہی کا کرشمہ تھا کہ اورنگ زیب جیسا راسخ العقیدہ شخص بادشاہ بنا جس نے اسلام کے قرن اوسط کے بادشاہوں کی سی حکومت کی یاد تازہ کر دی۔ اگر مجددی تحریکِ اصلاح کو مغل عہدِ حکومت کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو اکبر سے اورنگ زیب تک کی تبدیلی کی کوئی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔

> "خود اپنی زندگی میں اسلامی نقطہ نظر کے احترام کی بڑی جرات مند مثال قائم کی آپ نے جہانگیر کے سامنے سجدہ نہ کر کے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اپنی جرات اور احترام دین سے خلاف شرع احکام کی عملی مخالفت کی، آپ کی نیک مثال نے لوگوں کو جرات دلائی جو دبے بیٹھے تھے وہ دلیر ہو گئے حکمران طبقے میں جو اسلام پسند گروہ تھا اسے تقویت ملی جو غیر اسلامی آداب و رسوم دربار شاہی میں عجمی ملوکیت کی تقلید

میں یا ہندو اثرات کی وجہ سے رائج ہو گئی تھیں ان کے ازالے کا سامان ہوا اور شعائر اسلامی کے احترام کا پھر سے خیال کیا جانے لگا۔"[56]

"حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصلاحی تحریک حکومت وقت کے مزاج و آہنگ میں کس حد تک تبدیلی پیدا کر سکی یہ ایک الگ موضوع بحث ہے لیکن اس جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قریبی عہد میں یا بعد کے زمانے میں ہندوستان میں جتنی تحریکیں برپا ہوئیں ان سب میں تحریک مجددی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔"[57]

مولانا مودودی آپ کی خدمات کو تین خانوں میں تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1. انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں جانے سے روکا اور اس فتنہ عظیم کے سیلاب کا منہ پھیرا جو اب سے تین چار سو سال پہلے اسلام کا نام ونشان مٹا دیتا۔
2. تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے جو فلسفیانہ اور راہبانہ گم راہیوں کے سبب اس میں سرایت کر گئی تھی پاک کر کے اسلام کا اصلی اور صحیح تصور پیش کیا۔
3. ان تمام رسومات جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں اور سلسلہ بیعت وارشاد کے ذریعہ سے اتباع شریعت کی ایسی تحریک پھیلائی جس کے ہزار ہا تربیت یافتہ کارکنوں نے نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بلکہ وسط ایشاء تک پہنچ کر عوام کے اخلاق وعقائد کی اصلاح کی کوشش کی تھی"۔[58]

ڈاکٹر محمود احمد غازی کی مجدد الف ثانی سے عقیدت اور آپ کے افکار سے استفادہ کا سب سے بڑا مظہر آپ کی عربی میں تصنیف ہے شاید آپ کی تحریر کی گئی کتب میں سے یہ آخری کتاب ہے جو آپ کی زندگی میں شائع ہوئی، کتاب کا نام تاریخ الحرکۃ المجددیہ دراسۃ تاریخیہ تحلیلیہ لحیاۃ الامام المجدد احمد بن الاحد السرھندی المعروف مجدد الف ثانی ہے، یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت سے ۲۰۰۹ میں شائع ہوئی اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہی تھا کہ مجدد الف ثانی کا نام اور تعارف اور ان کا کام اہل عرب تک پہنچے۔

خلاصہ بحث:

مجدد الف ثانیؒ پہلے مصلح تھے جنہوں نے وحدتِ ادیان کے نظریے کا رد کر کے اسلامی نظریہ حیات پر زور دیا یوں انہوں نے ہندوستان میں دو قومی نظریے کی بنیاد رکھی اور اسلام کو ہندومت میں مدغم ہونے سے بچایا اور مسلمانوں میں جداگانہ قومیت کا شعور بیدار کیا جو بالآخر پاکستان کی بنیاد بنا، آپ کی خدمات اور جدوجہد اور فکر ونظر کو سبھی مؤرخین نے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور برملا اعتراف کیا ہے کہ مجددؒ نے اسلام کو تمام آلائشوں سے پاک کر کے دین اسلام کو

پیش کیا، توحیدِ خالص اور سنتِ نبوی ﷺ کا احیا کیا، مشرکانہ عقائد اور بدعات کا راستہ روکا، تصوف کی اصلاح کی اور غیر اسلامی آمیزش کو علیحدہ کر دیا، اتباعِ شریعت و سنت کی تحریک چلا کر وہ کام کیا کہ ہندوستان تو رہا ایک طرف بر اعظم ایشیا کے تمام مسلمان صدیوں ان کے زیرِ بار رہیں گے اور یہ جو آج بر صغیر پاک و ہند میں کروڑں کی تعداد میں مسلمان بستے ہیں ان کا مسلمان ہونا مجددی فیضان و تعلیمات ہی کی کرشمہ سازی ہے، حق یہ ہے کہ مجددؒ ہندوستان میں سرمایہ ملت کے سب سے بڑے نگہبان اور دین اسلام کے سب سے بڑے نقیب تھے۔ بعد کی صدیوں میں جتنے بھی علماء و مشائخ، اصلاحی تحریکیں، دینی مدارس اور دینی جماعتیں ہوئیں سبھی آپ کے زیرِ بار و زیرِ احسان ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] محمد ہمایوں شمس، ڈاکٹر، افکار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ڈاکٹر غازی پر اثرات، ششماہی معاف اسلامی، بیاد محمود احمد غازی، ص184-

Muhammad Humayun Shams, Dr., Afkar Mujaddid Alf Sani Rehmatullah Alaih ky Dr. Ghazi pr Asrat , Shashmahi Maarf Islami, Bayad Mahmood Ahmad Ghazi(Islamabad).p184.

[2] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، نقد و تبصرہ، تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فکر و نظر، جلد21، شمارہ12، 1984، ص73۔

Mahmood Ahmad Ghazi., Nqad -o-Tabsra,Tazkra Imam Rbani Majded Alaf Sani,Fikro Nazar Volum:21, N0:12,(Islamabad:1984),p73.

[3] محمد ہمایوں شمس، ڈاکٹر، افکار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ڈاکٹر غازی پر اثرات، ششماہی معاف اسلامی، بیاد محمود احمد غازی، اسلام آباد، ص185۔

Muhammad Humayun Shams, Dr., Afkar-e- Mujaddid Alf Sani Rehmatullah Alaih ky Dr. Ghazi pr Asrat , Shashmahi Maarf Islami, Bayad Mahmood Ahmad Ghazi(Islamabad)p,185

[4] الطاہر، مغرب کا فکری و تھذیبی چیلنج اور علما کی ذمہ داریاں-شمار51، جون(2008ء)۔

Al-Tahir- Magrib ka fiqri w Tahzebi Chalanj or Ulama ki Zimadarian- vol 51, june2008.

[5] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، احمد بن عبد الاحد سرہندی فاروقی (مجدد الف ثانی) کے نزدیک عقائد اہل السنت والجماعت، فکر و نظر، اسلام آباد، جلد ۴۱، شمارہ ۴

،(اسلام آباد، ۲۰۰۴)ص:61

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr. Ahmad bin Abdul Ahad Sirhandi Farooqi (Majdad-Alif-Sani)ky Nazdiq Aqaid Ahly sunat waljmat, Fikr wa Nazar,(Islamabad:2004), Vol. 41, No. 4,p61-

[6] ایضا، ص:62 -

.Ibid,p 62.

[7] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، (الاہور، لفیصل ناشران، 2009) ص۵۹۷-

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr., Mahazrat-e-Seert, (Lahore :Al-Faisal Publishers, , 2009), p. 597

[8]محاضرات سیرت ص596-

Mahazrat-e- Seerat ,p. 596.

[9] محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، ندوۃ المصنفین، 1975ء، ص27

Muhammad Aslam, Deen Alahi or Is Ka Puss Manzar, (Dehli :Nadwat -ul-Musnafin, 1975), p. 27.

[10] مودودی، ابوالاعلی، سید، تجدید واحیائے دین، (دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، 2002)، ص81

Maududi, Abul Ala, Syed, Tjdedy Ahyay Deen , (Delhi :Maktba Aslami, 2002), p.8.

[11] النساء4:60

Al-Nisa, 4:60.

[12] آباد شاہ پوری، حضرت مجدد کے سیاسی مکتوبات، مکتبہ چراغ اسلام، لاہور، 1977ء، ص147-

Abad Shahpuri, Hazrat Mujadadi ky Siasi Maktobat , (Lahore :Maktoba Chiragy Islam, , 1977), p. 147.

[13]تذکرہ امام ربانی، ص245-

Tazkira Imam Rabbani, p. 245.

[14] مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی (فارسی) باہتمام محترم لالہ اسرار محمد خان، کراچی، س ن، دفتر اول مکتوب30، ص81-80-

Mujada Alif Sani ,Maktobaty Amam Rabani Lala Israr Muhammad Khan,(Karachi),page ,81,82

[15]محمود احمد غازی، ڈاکٹر، عصر حاضر اور شریعت اسلامی (محاضرات شریعت)، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ، ص55-

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr, Mahazrat-e- Shariat, (, Lahore :Al-Faisal Publisher. 2009),
p. 55.

[16]محاضرات سیرت، ص602,601-

Mahazrt-e- Seerat p. 602,601.

[17]محاضرات سیرت، ص485-

Mahazrat-e- Seerat, p. 485.

[18] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر44

Maktoobat Imam Rabbani ,1, Maktoob no 44.

[19]مکتوبات امام ربانی، 1/249-

Maktoobat Imam Rabbani. 249/1.

[20]محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، (لاہور: الفیصل ناشران، 2009)، ص55-

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr, Mahazrat-e- Shariat,(Lahore: Al-Faisal Publishers, 2009),
p. 55.

[21] دفتر اول، مکتوب، 84، حصہ دوم، ص78

Maktoob, 1: 84, Part II, p. 78.

[22] مکتوب 36, ص 78۔

Maktoob:36,p,78.

[23] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر 26۔

Maktoobat Imam Rabbani, Cartea 1, Maktoob nr. 26.

[24] مکتوبات امام ربانی، 1/175۔

Maktobat Immam Rabbani, 1/175.

[25] محاضرات سیرت، ص 602۔

Maktobat Immam Rabbani ,Rabbani, 1/175.

[26] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، امام ربانی تذکرہ مجدد الف ثانی (نقد و تبصرہ) فکر و نظر، فکر و نظر، 1984ء، شمارہ 12، جلد 21، ص 73۔

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr., Imam Rabbani (Criticism and Commentary), Fiqro Nazar, Fiqr and Nazar, (Islamabad:1984), Issue 12, Volume 21, p. 73.

[27] محاضرات سیرت، ص 359۔

Mukhadrat .Sirat, p. 359.

[28] مکتوبات امام ربانی، 3/73۔

Maktobat Immam Rabbani, 3/73.

[29] مجددی، غلام سرور، ارمغان ربانی، (لاہور: شیر ربانی پبلیکیشنز)، ص 147۔

Mujadadi, Ghulam Sarwar, Armaghan Rabbani, Publication Sher Rabbani, Lahore, p. 147.

[30] مکتوبات امام ربانی، 1/135۔

Maktobaty Immam Rabbani i, 1/135.

[31] مکتوبات امام ربانی، 3/280۔

Maktobaty Rabbani, 3/280.

[32] محاضرات شریعت، ص 340۔

Mahazrat-e- Shariat, p. 340.

[33] مکتوبات امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات دفتر اول، مطبع خاص مرتضوی، دہلی، ھ1292، 96/275۔

Maktobat Amam Rabbani, Hazrat Mujaddid alf-Sani, Maktobat 1 ,(Dahli :Mtba Khas murtzawi,1292),H, 96/275.

[34] ندوی ابوالحسن، سید, تاریخ دعوت وعزیمت (لکھنو: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام, 2011)، 4/144

Nadwi ,Abual Hassan,Syed,Tarykhy Dawat-o-s Azeemat,(Lakhnaw ,Majlasy Tahqiqaty-o- Nashriat islam,2011) 4/144.

[35] ندوی ابوالحسن علی، سید، 4/145

Nadwi ,Abu Al hassan Ali ,Syed,p145.

[36] S.M.Akram Modern Muslim India and Birth of Pakistan,(Lahore :Darbar Mili ,1947) p59

[37] محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1950)، ص 288

Muhammad Ikram, Sheikh, Ruud-e- Kausar,(Lahore:Idara Sqafity Islamia, 1950), p. 288

[38] محاضرات شریعت، ص495۔

Mahazrat -e-Shariat, p. 495.

[39] مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر195، 1/321۔

Maktobat Immam Rabbani ,nr. 195, 1/321.

[40] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، صاحبزادہ عبدالرسول، پروفیسر، احمد بن عبدالاحد سرہندی فاروقی (مجدد الف ثانی)، مجلہ فکر و نظر، جلد ۴۱، شمارہ ۴، (اسلام آباد:1984)۔

Mahmood Ahmad Ghazi, doctor, Sahibzada Abdul Rasool, profesor, Ahamad bin Abdul Ahad Sirhandi Farooqi (Mujadad Al-Sani), Mujala Fikr-o-Nazar, volumul:41, No:4,
(Islamabad,1984).

[41] مکتوبات امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی، مکتوب نمبر60، 1/249۔

Maktoobat Imam Rabbani, Hazrat Mujaded- Alf-Sani, Maktoob nr. 60, 1/249.

[42] محاضرات سیرت، ص603۔

Mahazrat-e-Seerat, p. 603.

[43] محاضرات شریعت، ص446۔

Mahazrat-e-Seerat, p. 446.

[44] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، مسلمانوں کا دینی عصری نظام تعلیم، مرتب: ڈاکٹر سید عزیز الرحمن، (گوجرانوالہ: الشریعہ اکیڈمی 2009 2009)، ص۱۹۱۔

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr., Muslamano ka Deeni Asry Nzamy Taleem,Mratab: Dr. Syed Azizur Rahman,(Gujranwala: Al-Sharia Academy 2009) p. 119.

[45] آفریدی، نسیم احمد، امروہی، تجلیات ربانی، ترجمہ تلخیص مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، (لکھنو: کتب خانہ الفرقان، 1978)، 2(مکتوب نمبر 67)۔

Naseem Ahmad, Afridi, Amrohi, Tajliat Rabbani,Tarjma Talkhees Maktoobat Hazrat Mujdad Alf-Sani,(Luckno: Kutabkhana Furqan, 1978), 63/2 ,Maktoob no. 67.

[46] تذکرہ امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی، ص144۔

Tazkira Imam Rabbani, Hazrat Mujaddid Alif Sani, p. 144.

[47] محاضرات سیرت، ص94۔

Muhazrat-e- Seerat, p. 94.

[48] محمود احمد غازی، ڈاکٹر، عصر حاضر اور شریعت اسلامی (محاضرات شریعت)، ص240۔

Mahmood Ahmad Ghazi, Dr ,Asry Hazar ur Shariat Islami(Mahazrat-e-Shariat),P. 240.

[49] محاضرات شریعت، ۳۵۷۔

Mahazrat-e-Shariat, p357.

[50]محاضرات شریعت، ص359۔

Mahazrat-e-Shariat, p359.

[51]محاضرات شریعت، ص353،352۔

Mahazarat-e-Shariat , p. 353,352.

[52] مکتوبات امام ربانی، مکتوبات 3، 2/420۔

Maktoobaty Rabbani, P 2, 3/42.

[53]محاضرات سیرت، ص605۔

Muhzrat-e- Seerat, p. 605.

[54] مکتوبات امام ربانی، مکتوبات 2، 3/405۔

Maktobat Imam Rabbani, Maktobat 2, 3/405.

[55]محاضرات سیرت، ص605 ۔

Muhzrat-e- Seerat,p. 605.

[56] رود کوثر، ص50۔

Rud-e- kosar, p50.

[57] ظفر اسلام اصلاحی، شیخ احمد سرہندی اور اہل حکومت میں شریعت کی ترویج، فکر و نظر (اسلام آباد: جنوری تا مارچ 2006)ص27 ۔

Zafar Islam Islahi, Sheikh Ahmad Sir Handi ar Ehly Hakoomt myn shariat ki tarvij , Fiqr -o-Nazar ,January to March ,(Islamabad:2006), p. 27.

[58]مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تجدید واحیائے دین، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2016)ص81۔

Maududi ,Abul ala,Tajdedy -e-Ahyy Deen(Lahore :Islamic Publication ,2016), p. 81.